لال حسین اختر فیض باغ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم)

ٹریکٹ موسومہ

اسلامی قربانی

نمبر - (۳۴) (۳۰)

مؤلفہ

قاضی یار محمد صاحب بی - او - ایل پلیڈر

نور پور

ضلع کانگڑہ

جنوری ۱۹۲۰ء

ریاض ہند پریس امرتسر میں باہتمام شیخ نور احمد پرنٹر کے چھپا

اور

قاضی یار محمد پلیڈر نے نور پور ضلع کانگڑہ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اسلامی قربانی

یہ باتیں میری تجھکو لگتی ہیں کڑوی تو جب
نہ کر بے چین مجھکو مرے ہم نشیں سو جب
ملک عدم کے راہی اک بات اور سن لے
اس دیں کی غمگساری میں آنکھوں سے تھوڑا رو جا
مرنے سے پہلے مرجا سوئی میں او نٹ کرلے
اور دل کے زنگ سارے اچھی طرح سے دھو جا
سن لے کہانی میری سچی خدا گواہ ہے
گر بے خبر ہے تو تو ملک عراق کو جا
واں دیکھ جا کے کیسی خبریں صحیح ہیں پھیلی
لیکن بڑھائی سخوت اپنے وطن میں کھو جا
پھر دیکھ کس کے آنے کے ہیں وہ نشان سارے
اور کون پہلے بولا کچھ اچھے پودے بو جا
اے دینِ حق کے حامی اے ذکرِ حق کے حافظ
کشتی بھنور میں رک گئی اب ناخدا تو ہو جا
آنکھوں سے اشک نکلے دامن نے موتی لئے ہیں

آخر کو ہیں یہ چپیدہ اِن کی لڑی پرو جا
کاغذ کی ناؤ کب تک بہتی رہے گی پیارے
میں صدقے تیری قدرت کے اسکو تو خود ڈبو جا

شکوہ نہیں ہے اس کا کہ ہم نام کو نہیں ہیں
مقصد ترا دکھانا سو خود ہی آ دکھو جا

(نوٹ) مقطع میں دکھو جا لفظ بمعنے (خود اپنا آپ دکھائیے) لایا گیا ہے یہ پہاڑی زبان میں استعمال ہوتا ہے۔ اردو کی نسبت مجھے علم نہیں۔ کہ کسی حصہ میں مُروّج ہے یا نہیں۔ فقط۔ خاکسار یار محمد

عام مسلمانوں کے اس اعتقاد سے ہمیں شروع سے اختلاف ہے اور اس امر میں عقل ہماری موید ہے کہ یہ وقت اسلام کے لئے "وَاِنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی" پر عمل کرنے کا ہے۔ ہمارے خیال میں "اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ" پر کاربند ہونیکا ہے کوئی عقل اس بات کو روا نہیں رکھتی۔ کہ انسان دیوار سے سر ٹکراوے۔ ہاں یہ مشاہدے میں آچکا ہے۔ کہ دعا سے دیوار گر گئی اور نجات حاصل ہو گئی۔ پس ایسے وقت میں مسلمانوں کی جماعت کا لیڈر وہی ہو سکتا ہے۔ جو اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ کا پابند ہو اور جو اپنی دُعاؤں کی قبولیت کا پورا معقول رنگ میں ثبوت دے۔ یوں تو ہر ایک شخص اس امر کا مُدعی ہو سکتا ہے۔ کہ میری دُعا قبول ہوتی ہے۔ ہر ایک روٹی دو وقت یا ایک وقت کھاتا ہے۔ مشکلات سے نجات پاتا ہے مگر اللہ تعالےٰ کی بارگاہ سے دُعا اُسی کی قبول ہوئی کہی جاسکتی ہے۔ جو اکثر دعاؤں کے بعد نتائج سے بذریعہ خواب یا کشف پہلے اطلاع پالے۔ اور دوسروں کو قایل کرے۔ میں نے پچھلے نمبر میں مولوی محمد علی صاحب کی طرف خطاب

کرتے ہوئے یہ لکھا تھا۔ کہ کیا وہ شخص مسیح موعود ہو سکتا ہے جس کے کئی ایک الہام جھوٹے ثابت ہوں؟ اس پر مجھے ایک احمدی دوست نے لکھا ہے کہ آپ عجیب احمدی ہیں۔ جو حضرت اقدس کے کئی ایک الہام جھوٹے مانتے ہیں۔ میں اس دوست کی خدمت میں پھر عرض کرتا ہوں کہ میں نے کب یہ لکھا ہے کہ حضرت اقدس کے کئی ایک الہام جھوٹے ثابت ہوتے ہیں۔ اور میں کسی ایک الہام کو بھی بے معنی یا جھوٹا نہیں مانتا۔ افسوس ہے کہ میں ہر ایک ٹریکٹ میں اس امر پر روشنی ڈالتا رہا ہوں۔ کہ صرف میرے ماننے سے ہی حضرت اقدس کے تمام الہامات سچے رہتے ہیں۔ اور سابقہ میں بھی میرا یہ فقرہ مولوی محمد علی صاحب کے مسلمات کی روسے تھا۔ مگر پھر بھی مجھے یہ کلمات سننے پڑے کہ نعوذ باللہ میرے نزدیک کئی ایک الہامات جھوٹے ہو رہے ہیں۔

سب سے پہلے میں اس دوست کو یہ جتانے کے لئے کہ جادو وہ ہی جو سر چڑھ کر بولے۔ تازہ تائید الٰہی کا ذکر کرتا ہوں۔ جب اس دوست نے میرے اس فقرے پر اعتراض کیا۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے دونو مخالف پارٹیوں کے قلم سے میری صداقت ظاہر کرائی۔ اور اس فقرے کی تائید میں ظاہر کرائی۔ فاروق اخبار قادیان مورخہ ۱۴ و ۲۱۔ اگست ۱۹ء صفحہ ۳ کالم ۲ میں مولوی سرور شاہ صاحب مولوی محمد علی صاحب کے نام ایک خط لکھتے ہیں۔ اور اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک خواب درج فرماتے ہیں وہ یہ کہ حضرت اقدس نے خواب میں دیکھا کہ (خواجہ کمال الدین صاحب) پاگل ہو گیا ہے۔ اور حضرت اقدس پر اور مولوی صاحب پر ؟ سے پر کی چھت پر سے ؟ میں حملہ کرنا چاہتا ہے۔ تب حضرت نے ایک خادم کو (جو غالباً یار محمد یا حامد علی تھے) فرمایا کہ اس کو نکال دو۔ میں جب

وہ خادم خواجہ کی طرف متوجہ ہوا۔ تو خواجہ خود بخود مسجد سے نیچے اتر گیا

آخیر پر مولوی سرور شاہ صاحب یہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس نے

خود ہی مسجد کی تعبیر جماعت فرمائی ہے۔ فقط

اب میں اس دوست سے اور احمدی جماعت کے آگے اپیل کرتا ہوا

کہ پہلے الہامات اور خوابیں جو میں اپنی تائید میں لکھتا رہا ہوں۔ یعنے (اول)

حضرت اقدس نے کشف کی حالت میں دیکھا۔ کہ یار محمد یعنے اس عاجز کے

ہاتھ میں ایک تلوار ہے جو پہلے ٹوٹی ہوئی ہے پھر سیدھی ہوئی۔ اور الہام

ہوا۔ رَاٰجِرُ السَّیْفُ الْاِسْلَامُ (دوم) لاہور میں ہمارے پاک ممبر

موجود ہیں۔ جو بجز میرے کسی پر صادق نہیں آتا۔ کیونکہ اگر میاں صاحب کے

لاہوری مُرید اس کے مصداق بنائے جائیں۔ تو پیغامی پارٹی اُن سے

منکر ہیں۔ اور اگر پیغامی پارٹی کے لاہوری احمدی اس کے مصداق بنائے

جائیں۔ تو میاں صاحب کی جماعت اون سے منکر ہے۔ اور اسلام کی

عزت کسی صورت میں قائم نہیں رہتی۔ اور اُن میں سے کوئی اس بات کا

مدعی اپنی زبان سے نہیں ہوا۔ برخلاف اس کے میرے برخلاف دونوں

پارٹیوں میں سے کوئی فرد نہیں ہے۔ اور میں حضرت اقدس کی زندگی سے

اسی الہام کے مصداق ہونے کا مُدعی ہوں۔ اور حضرت اقدس نے بھی

میرے ادعا کے بعد تردید نہیں فرمائی۔ (سوم) ہوشیار پور میں ایک

معاملے کی عقدہ کشائی ہوگی۔ یہ الہام عرصہ ۶۔۷ سال سے میں شایع

کر رہا ہوں۔ اس کے راوی شیخ حامد علی صاحب ہیں۔ اس کے وجود سے

آجتک کسی ایک نے انکار نہیں کیا۔ اور یہ صاف بات ہے۔ کہ سوائے اس

کہ کہ ... ... سے ... شائع کیا۔ اور مصلح موعود کی

متعلق کئی ایک الہامات کو اور محمدی بیگم کے متعلق کئی ایک الہامات کو سچا اور معقول معنوں میں ہر ایک فرقے کے مسلمات کے رُو سے سچا ثابت کرکے ان پیچیدہ باتوں کی عقدہ کشائی کی۔ اور کسی طرح پر یہ الہام سچا ثابت نہیں ہوتا۔ (چہارم) وہ فضل عمرو ہوگا۔ جس معقول رنگ میں یہ الہام مجھ پر صادق آتا ہے۔ اور کسی مدعی یا کسی انتخاب کے ولد پر صادق نہیں آتا۔ (تشریح کے لئے پچھلے ٹریکٹ ملاحظہ ہوں) ان الہامات کو جانے دیں۔ خدا کے لئے اب حضرت اقدس کی صرف اسی خواب کو لیں۔ جو ایک مخالف پارٹی کے اعلےٰ رکن کے قلم سے نکلی ہے۔ پھر اس کی تعبیر کو لیں۔ اور اس بات کا جواب دیں۔ کہ جس صورت میں خواب کے باقی اجزا لفظاً لئے جاتے ہیں۔ یعنی خواجہ سے خواجہ مُراد لی جاتی ہے۔ خواجہ کی موجودہ حالت کو پاگل ہونا لیا جاتا ہے۔ تو آپ کس طرح یار محمد سے میاں صاحب مراد لے سکتے ہیں (یار محمد یا حامد علی) سے کوئی ایک تو لیا جا سکتا ہے اور جب کہ امر واقعہ کے طور پر یہ مشاہدہ میں آرہا ہے۔ کہ میرے مقابل پر خواجہ صاحب ایک لفظ قلم سے نہیں نکالتے۔ تو کیا یہ خواب میری صداقت کے لئے مہر نہیں ہے خدا سے ڈرنے والا دل پہلو میں رکھ کر ایک منٹ کے لئے غور کریں۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ تائید پر تائید اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے میری ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر نور محمد صاحب کے مباہلے کی میعاد گذر جاتی ہے۔ انفلوئنزا سے کوئی گھر خالی نہیں رہا۔ مجھے اللہ تعالےٰ پہلے سے زیادہ عزت عطا فرماتا ہے۔ اور ہر رنگ میں عطا فرماتا ہے کیا ایک خطا کار انسان کے ساتھ ایسا سلوک ماننا سچائی کے سلسلے کو درہم برہم نہیں کرتا۔ یہ تائید تو ایک پارٹی کے قلم سے ہوتی ہے۔ اب

صلح کے تازہ پرچوں میں سے کسی ایک میں یہ فقرہ درج کر دیا۔ کہ یہ امر محال ہے کہ محض انتخاب سے کسی شخص کو کسی قسم کی بزرگی حاصل ہو جاوے بہر صورت اوس لیڈر نے انتخاب کو ایک فضول طریقہ تسلیم کر لیا۔ اور میرے ان کلمات کی داد دیدی۔ کہ جب پچھلا تجربہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ انتخاب کی بدولت اسلام میں کئی سو بہتر فرقے پیدا ہو گئے تو اب آئندہ تجربے کے بعد اوس پر عمل کرنا تقوے سے بعید ہے۔ اور کم از کم وصیت کو رواج دینا چاہیئے۔

اور باوجود اس تجربے کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا چالیس آدمیوں والا فقرہ لکھ دینا محض احتیاطاً اور اس خطرے سے تھا کہ شاید الہام کی بنا پر بولنے والا نہ بولے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ جب انتخاب نے پہلے ایک نقشہ سامنے کھینچ رکھا ہوا تھا۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی دعاؤں سے ناامیدی ہوئی تو حضرت اقدس ضرور وصیت میں مولوی نورالدین صاحب کا نام درج فرما دیتے۔ اور پھر مولوی صاحب میاں صاحب کا نام درج فرماتے۔ اور یہ شطرنج کی بازی کی حالت نہ طاری ہوتی۔ عزیزو مجھے بغیر دیکھے کے مضمون لکھو۔ مفتری لکھو۔ لیکن حضرت اقدس اور مولوی صاحب کو تو بدنام نہ کرو۔ کیا یہ بات کہ جس صورت میں حضرت صاحب کے سامنے کوئی شخص الہام کی بنا پر کھڑا ہونے والا موجود نہ تھا۔ اور انتخاب نے پہلے ہی اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہوا تھا۔ حضرت اقدس کا خاص نام مولوی صاحب کا لیکر وصیت نہ کرنا معمولی عقلمندوں کا کام ہے۔ یا موجودہ نتیجہ کو جان کر دیکھ کر ایک پر درجے کے بیوقوف کا فعل ہے۔ مجھ سے اگر نفرت ہے تو جانے دو۔ میری اگر کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ تو چھوڑ دو۔ مگر اس بات کا جواب دو۔ کہ کونسا مدعی حضرت صاحب کے سامنے تھا۔ اور وہ واقعی حضرت صاحب کے بعد بول اٹھا

اس نے مولوی صاحب کی بیعت نہ کی۔ مولوی صاحب نے آخری وقت میں اوس سے دعا کی درخواست کی۔ یہ بات تو آج تک نہ ہوئی نہ ہوگی کہ تمہاری خواہشوں کے مطابق اللہ تعالےٰ کوئی مصلح پیدا کرے۔ عقل کے اندھو۔ اتنا تو سوچو کہ وہ جو تمہارے انتخاب یا تمہاری خواہشوں کا پابند ہو کر ہوے گا۔ مخالفوں پر اس کا کیا اثر پڑے گا۔ تم تو اسے اس لئے تسلیم کر لو گے کہ وہ تمہاری خواہشوں کے مطابق ہوگا۔ مگر جن کی خواہشوں کے برخلاف وہ ہو ئیگا۔ وہ اُسے کس طرح تسلیم کر لیں گے۔ آہ۔ میں تو آجتک کسی کے اس شعر پر عمل کرتا ہوں ؎

نالہ ہا را کلبۂ احزاں تسلی بخش نیست
در بیاباں ے تواں فریاد خاطر خواہ کرد

اور میری جنگل میں بھی یہی حالت ہوتی ہے ؎

آہے چو بکشم از دل چپ و راست خود بہ بینم
کز تیزی و وحدتش کس غیر من نہ سوزد

لیکن تم لوگوں نے اس سے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ دو تین مدعی موجود ہیں۔ ہم کس کو تسلیم کریں۔ مقابلہ راستباز کی سچائی کو پرکھنے کے لئے ہوتا ہے لازمی ہے کہ سچے کے ساتھ جھوٹا بھی ہو تاکہ عقل رائگان نہ جائے اور سچ اور جھوٹ میں ہر ایک عقلمند تمیز کر سکے۔ مگر تمہاری طرف سے یہی جواب ملتا رہا کہ پہلے سب مدعی آپس میں فیصلہ کر لیں۔ میرے ساتھ میاں صاحب نے مباہلہ کیا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اون کے مقابلہ پر ہر طرح سے عزت زیادہ عطا فرمائی۔ اُن کا یہ خیال کہ سچے اور جھوٹے میں یہی فرق ہے کہ جھوٹا سچے کے سامنے ہلاک ہو جاتا

ہوتی ہے تو جھٹ پیغام صلح اپنی سچائی کی دلیل نکالنے لگتا ہے۔

ڈاکٹر نور محمد صاحب اپنی کرامت ظاہر کرنے لگتے ہیں اور اصلیت گم ہو جاتی ہے اگر پیغام صلح والوں اور ڈاکٹر نور محمد صاحب کا یہ خیال ہے کہ میاں صاحب کے وجود کی وجہ سے وہ مجھے تسلیم نہیں کرتے۔ تو بذریعہ تحریر یہ شائع کریں کہ آج ۱۲ دسمبر ۱۹ سنہ عیسوی سے لیکر ۲۱ دسمبر سنہ تک میاں صاحب کو کسی قسم کی تکلیف پوہنچے۔ تو ہم اپنی کرامت یا اپنی سچائی کی دلیل ہرگز تسلیم نہیں کریں گے۔ وہ یار محمد کی سچائی کی ایک دلیل ہوگی۔ جس کے ساتھ میاں صاحب نے مباہلہ کیا ہوا ہے تو بے شک فیصلے کی ایک راہ نکل سکتی ہے۔ بجز اس کے اللہ تعالیٰ یا اس کے بندے کا کام لغو نہیں ہو سکتا۔ کوئی مومن کسی فضول کام کے لئے دعا نہیں کر سکتا۔ پھر میں یہ دعا کروں گا۔ کہ اے آسمان وزمین کے مالک اے جو ہر ایک ذرہ تیری مخلوق اور خادم ہے۔ اِس سے پہلے تو میں اپنی زبان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام اپنے متعلق بیان کرتا تھا۔ میری شہادت کوئی نہ دیتا تھا۔ مگر اب جب کہ فاروق میں سید سرور شاہ صاحب نے اپنے قلم سے میرے متعلق حضرت کا ایک خواب درج کر دیا۔ اب کم از کم میاں صاحب اور اُن کی جماعت پر حجت پوری ہو چکی۔ اب میرا وجود اون کے لئے مصدق لمابین یدیہ میں داخل ہے اور اب دوسرے لوگ اپنی سچائی کی دلیل نہ ماننے کا اقرار کر چکے ہیں اب تو مجھ میں اور میاں صاحب میں فیصلہ کر دے اگر میں تیری طرف سے نہیں ہوں اور تیرے پیارے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ نشانات میں سے کوئی نشان مجھ میں موجود نہیں اور حضرت اقدس

مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا کوئی الہام میری ذات کے متعلق نہیں۔ اور میں تیری طرف سے نہیں بولا۔ تو تو مجھے ایک سال کے اندر اندر اس دنیا سے اٹھا لے۔ اور موجودہ لوگوں اور آئندہ کی نسلوں کو اس تشویش سے معاف رکھ۔ اور اگر اے میرے پروردگار ہے تو میرے دل کی حالت سے پورا واقف ہے سلے جو تیرے وجود کی خاطر میں نے سب کو ترک کیا ہے۔ میں تیرے نزدیک سچا ہوں۔ تیری ہی خاطر بولا ہوں تو ایک سال کے اندر اپنے ہاتھ سے میری سچائی ظاہر کر اور جھوٹے اور سچے میں بین طور پر تمیز کر۔ جس طرح مولوی نورالدین صاحب نے آخری وقت مجھ سے دعا کی درخواست کی۔ اور اپنی عاقبت درست کرلی اسی طرح میاں صاحب کو بھی توفیق دے۔

اے مولا کریم جس طرح میں اپنی ذات کے لئے یہ پسند نہیں کرتا کہ تیری رضا سے باہر ایک منٹ زندہ رہوں۔ اسی طرح میں اپنے دوستوں کے لئے بھی پسند نہیں کرتا۔ میری یہ دعا قبول کر۔ آمین۔ دوستو میری کسی بات کو معمولی سمجھ کر یونہی بدظنی میں نہ پڑو۔ سب سے زیادہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کے اقوال کی عزت کرو اور میرے کہنے پر اتنا ہی عمل کرو۔ کہ ایک کمیٹی قائم کرو۔ جس میں صرف یہی بحث ہو کہ وہ احادیث صحیحہ جن کا وجود سو سال پہلے بھی تھا اور وہ کسی اگلے واقعات کے متعلق بطور پیشگوئی ہیں کیونکر دروغ ہو سکتی ہیں۔ اُن میں راوی کی نفسانیت یا ذاتی رائے کا کیونکر دخل ہو سکتا ہے۔ اجتہادی غلطی کے قائل تم سب ہو۔ اس قسم کی غلطی راوی پر چسپاں کرو یا مسیح موعود علیہ السلام پر۔ اس میں کلام اللہ یا کلام رسول کی عزت میں فرق نہیں آتا۔ اور یاد رکھو کہ ان ہی رشتہ رشتہ کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی

اجتہادی غلطی ایک امر میں تسلیم کرنا اور دو میں تسلیم کرنا ایک ہی بات ہے اگر
حضرت اقدس نے ان تمام احادیث کو جو دو وجود دن کا چودھویں صدی میں
بولنا ظاہر کرتی ہیں غلط قرار دیا ہے تو فضل عمر احمد نوے سال والی رویا کا
لحاظ رکھ کر وہ تمام احادیث معقول طور پر سچی ہو جاتی ہیں اور کروڑہا مسلمانوں
کو حق پرنیکی ایک راہ مل سکتی ہے اور لا المہدی الا عیسےٰ والی حدیث بھی درست
نظر آتی ہے مہدی کا سرسن رسلے جس نے دیکھا خوش ہوا، کے غارین ہونا بھی
عین معقول دکھائی دیتا ہے اور میرا وہ اجتہاد کہ احادیث یا قرآن کریم کی تعبیر
ہیں۔ یا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی رویا یا کشف کی تعبیر نہیں ٹھیک
معلوم ہوتا ہے قرآن کریم کے الفاظ ان الذین کذبوا بآیاتنا واستکبروا عنہا لا
تفتح لھم ابواب السماء ولا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط ؕ

جن کا ترجمہ یہ ہے ۔

جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور تکبر کیا۔ ان پر آسمان کے دروازے
نہیں کھلتے۔ اور وہ جنت میں داخل نہیں ہونے۔ یہاں تک کہ اونٹ سوئے
کے ناکے میں داخل ہو جاوے۔ ایک غور طلب مقام ہے تکذیب آیات اور
کبر پہلے پیش ہر ایک میں ہوتا ہے۔ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں پہلے یہ
باتیں نہیں تھیں۔ ضرور تھیں۔ پھر کیا قرآن کریم کے یہ الفاظ دوسرے الفاظ
ھو التواب الرحیم کے متضاد ہیں اور منشا ہے کو جھوٹا کرنے والے ہیں۔ ہرگز نہیں
یعنی ان الفاظ سے نکلا ہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ متکبر جنت میں داخل نہیں ہوتے
جب تک اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل نہ ہو جاوے اور چونکہ اونٹ کا سوئی
کے ناکے میں داخل ہونا ناممکنات سے ہے۔ اس لئے منکرین کا جنت میں داخل

ظاہر ہے کہ یلج الجمل فی سم الخیاط اشارے کے طور پر ہے۔ اور مدراج میں سے
ایک درجے کی علامت کنایہ مقرر فرمائی گئی ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود
علیہ السلام نے ایک موقعہ پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ کشف کی حالت
آپ پر اس طرح طاری ہوئی۔ کہ گویا آپ عورت ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ نے
رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا تھا سمجھنے والے کے لئے اشارہ کافی ہے
پس جن لوگوں کو میرا وہ رقعہ جو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت
میں لکھا تھا اور اُس میں اپنی کشفی حالت ظاہر کی تھی میرے جنون کی دلیل
نظر آتا ہے وہ اپنے ایمان کی فکر کریں اور قرآن کے الفاظ ولمن خاف مقام
ربہ جنتٰن ومن دونہما جنتٰن پ ۲۷ ع ۱۴ کی کسوٹی پر اپنے ایمان کو پرکھیں یہاں
اللہ تعالےٰ ڈرنے والے کو دو جنت عطا فرمانے کا وعدہ فرماتا ہے جس کی
تعریف درمیانی فقرات ہیں۔ یعنے اون میں چشمے ہونگے۔ لولو اور مرجان ہونگے
سرہانے ہونگے وغیرہ وغیرہ اخیر میں فرماتا ہے کہ اون دو جنتوں سے ورے دو
جنت اور بھی ہیں یعنے جیسے مرنے کے بعد اون کو دو جنت ملیں گے ایسے ہی
اسی دنیا زندگی میں بھی دو جنت ملیں گے اور الفاظ من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو
فی الاخرۃ اعمیٰ۔ اس کی تشریح ہے۔

اب میاں صاحب اور مولوی محمد علی صاحب مہربانی فرماکر کھول کر لکھیں کہ
اُن کو دو جنت کون سے حاصل ہیں۔ یونہی اعتراض کر دینا تو بڑا آسان ہے
خود کسی صنعت کے موصوف بنکر بتا دیں۔ اب میں مختصر طور پر اون خوابوں
اور کشفوں کو ظاہر کرتا ہوں جو بطور پیشگوئی ظاہر ہوئے اور ہونے والے ہیں
ایک سال سے زیادہ عرصہ گذرا۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ پشاور کے گرد کسی
مسلمان بادشاہ کا جھنڈا [illegible]

قانون کی پابندی عمل سے اس کو عام طور پر شائع نہیں کیا۔ صرف آپنے دو تین
دوستوں سے ذکر کیا۔ اسوقت اس طرف کی چھیڑ چھاڑ کا خیال تک نہ تھا
آخر یہ پیشگوئی صرف اپنی حد کے اندر پوری ہوئی۔ اور امیر نصراللہ خان کی غلطی
سے پوری ہوئی۔ اس خواب اور دوسرے خواب سے صرف امیر نصراللہ خان کا وجود
۱۱ ماہ کے اندر ظاہر ہونا ضروری تھا جو ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے خواب میں دیکھا
کہ میرے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا حبس کی خوشی میں میں نے اپنے ایک ملازم
لڑکے کو بہت سے روپے دیئے۔ یہ ایک تیسرے لڑکے کی بشارت تھا ہے جو ڈاکٹر
نور محمد صاحب کے مقابلے کی میعاد کے اندر مجھے عطا فرمائی گئی ہے اور لطف یہ ہے
کہ اس کے چند روز بعد میں نے دیکھا کہ ایک چھوٹی لڑکی کو میں پیشاب گود میں
اٹھا کر کرا رہا ہوں۔ جب غور سے دیکھتا ہوں تو وہ لڑکا ہے اس کا مفہوم میں نے
یہ سمجھا کہ میں نے جو اپنے کسی سابقہ پرچے میں اپنی ایک پرانی خواب کی بناء پر
تو یہ ہے کہ میری بیوی ایک چھوٹی سی لڑکی کی اونگلی پکڑے ہوئے آرہی ہے
بطور پیشگوئی یہ ظاہر کیا تھا کہ شاید میرے گھر نثار احمد کے بعد لڑکی پیدا ہو اب
اللہ تعالےٰ نے اپنی صفت کے باعث جو وعید یا بری بات کو وہ ٹال دیتا ہے
اوس لڑکی والی خواب کو ٹالدیا۔ یا صاف کر دیا۔ اور مجھے مباہلے کی میعاد کے اندر
یہ بشارت عطا فرمائی۔ اور ڈاکٹر صاحب کے مقابلے پر میری عزت بڑھائی بعض
کوتاہ اندیش بدظنی سے اس کو تحویل کی طرف لے جا سکتے ہیں مگر میں کہتا ہوں
کہ میرے حریفوں میں سے کوئی میرے مقابل پر یہی پیشگوئی کرے کہ ایک
سال تک وہ اور اُس کی بیوی دونوں زندہ رہیں گے۔ اور ایک لڑکا یا لڑکی ضرور
اس کے گھر اور پیدا ہوگا۔ میری ان خوابوں سے یہ تو ضرور بطور پیشگوئی قرار
دیا گیا ہے کہ میں اور میری بیوی زندہ رہیں گے۔ یا مجھے ایک بیوی اور ملے گی

اور ایک لڑکا یا لڑکی ضرور پیدا ہوگی جس کو میں اب لڑکا ہی سمجھ سکتا ہوں اور اللہ تعالےٰ اپنی صفات کے رو سے ضرور لڑکا مجھے عطا فرماوے گا۔ اب میں مولوی محمد علی صاحب سے بھی امید رکھتا ہوں کہ میری دو تین خوابوں کے مقابل وہ اپنی ایک خواب ہی ظاہر فرمائیں جو محض مخلوق خدا کو میری سچائی کی تردید کے لئے ایک دلیل بن سکے۔ زبان سے تو ہر ایک آدمی کہہ سکتا ہے کہ میں اللہ تعالےٰ کا پیارا ہوں اور میں برگزیدہ ہوں۔ مگر لاٹھی اسی کے ہاتھ میں ہو سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے داعی مقرر ہو۔ میں نے کسی سابقہ نمبر میں لکھا تھا کہ قرآن کریم کا یہ دستور ہے کہ جب کبھی اگلی زندگی کے لئے کوئی وعدہ فرماتا ہے اور پیشگوئی کا ذکر فرماتا ہے تو ضمنی طور پر اس ورلی زندگی میں بھی اس کی مثال پیدا ہونے کا ٹھیکہ لیتا ہے۔ مثال کے طور پر یہی مقام کافی ہے کہ جب جنت کا وعدہ مرنے کے بعد فرمایا ہے تو ساتھ ہی لازمی طور پر اس کی مثال روم کے ملک کے جنت کی قرار فرمائی ہے یعنے جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس زندگی میں اس وعدے کو پورا ہوتے دیکھ لیا تو آخرت پر بھی ان کا ایمان کامل ہو گیا۔ بجز اس کے ہونا مشکل تھا پھر یہ امر بھی شک سے بھرا ہے کہ رسول کریم کا زمانہ مومن کے لئے جنتی زندگی کا زمانہ تھا اور تکمیل چاہتی تھی کہ آپ کے بعد بھی صحابہ میں سے چند ایسے وجود ظاہر ہوں جو جنتان کے لفظ کو واضح فرما دیں میں کہتا ہوں رسول اکرم کا زمانہ ایک جنت تھا تو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ رضی اللہ عنہما کا زمانہ دوسری قسم کا جنت تھا۔ یہ میں حدیث صحیح سے ثابت کر چکا ہوں۔ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے وقت کے یوسف تھے۔ فرق صرف یہ تھا۔ کہ صحابہ نے اس مفہوم کو تاڑ لیا تھا۔ اور انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صرف اس فرمانے

پر کہ گو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ فوت نہیں ہوا۔ یہ سمجھ لیا تھا۔ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت دیں گے۔ جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا کسی قسم کا ادعا کرنا یا نہ کرنا ایک مصلحت وقتی ہو سکتی ہے۔ آم کھانے سے غرض ہوتی ہے۔ نہ پیڑ گننے سے۔ اب بھی یہ کسی نافہم کا اعتراض ہوگا۔ کہ میاں صاحب نے ادعا کیوں نہیں کیا۔ سمجھدار آدمی تو صرف اس بات کو پکڑتا ہے کہ کیا میاں صاحب اللہ تعالیٰ کی ہستی کو اسی طرح ثابت کر رہے ہیں۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کرتے رہے۔ پس جب یہ بات صاف ہو گئی۔ کہ معرفت کے بھوکے پیاسے کے لئے آنحضرت کا زمانہ بھی ایک جنت تھا۔ اور مسیح موعود کا زمانہ بھی ایک جنت ہی تھا۔ تو لازمی طور پر مسیح موعود کے بعد دوسرا جنت آنا چاہیئے۔ اور یہی دو جنت آخری زمانہ کے جنت ہیں۔ اور چودھویں صدی سے بعد کے لوگوں کے لئے اربعہ لگانیکا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ بجز اس کے تکمیل نہیں ہو سکتی۔ صحابہ کے وقت سے دوسرے جنت کا زمانہ شروع ہوا۔ اور تیرھویں صدی میں ختم ہو گیا۔ اب ضروری تھا۔ کہ تیسرا اور چوتھا جنت آتا۔ تا اس زمانے کے مومنین کو آخرت کے جنت پر پورا یقین حاصل ہو۔ اور تکمیل کا دعوے دلائل کے ساتھ پورا اترے۔ مجھے مولوی محمد علی صاحب کی قرآن دانی پر تعجب ہے۔ جو مصلح موعود کو کسی وقت پر لانا چاہتے ہیں جس کی نسبت احادیث خاموش ہیں۔

قرآن کریم سے کسی طرح ظاہر نہیں۔ ادہر او صرف سے لیکر وہی صدی کے سر پر مجدد آنے کی خبر ہے۔ پھر اوسکی موجودگی میں مسیح موعود پہ وحی نازل کرنیکی کیا ضرورت تھی۔ اور اگر یہ وحی صرف تشریح کے لئے ہے۔ تو مولانا صاحب جواب دیں۔ کہ وہ مصلح کس صدی میں آئیگا۔ ہر ایک بات کو طے کرنے کے لئے چند

مصلح موعود

امور تنقیح طلب مرتب کرنے منزوہی تھے۔ سو میں اپنے دعویٰ کے متعلق یہ امور تنقیح طلب لکھتا ہوں۔ مولانا صاحب سوچکر جواب دیں۔

(۱) قرآن کریم سے رسول اکرم کے بعد کے زمانے کے لئے صرف اَمرُھُم شُورٰی بَینَھُم پر خلافت کا انحصار ہے۔ یا کوئی شخص کسی دوسرے طریقے سے بھی خلیفہ یا امیر المؤمنین ہو سکتا ہے۔ اگر ایک ہو سکتا ہے تو زیادہ کی نفی کہاں ہے۔

(۲) احادیث کے روئے غالب بجائے کیا قایم ہو سکتی ہے۔ چودھویں صدی میں دو شخصوں کا الہام کی بنا پر بولنا ثابت ہے یا ایک کا۔

(۳) اگر دو کا بولنا غالب ہے تو احادیث کو صحیح ماننا اور مسیح موعود علیہ السلام سے اجتہادی غلطی کا ہو سکنا صاف اور سیدھی راہ ہے۔ یا اس کے برعکس

(۴) اگر ایک شخص کو ہی مسیحیت اور مہدویت کا خاتم ماننا لازم ہے تو کیا مہدویت کے تمام آثار حضرت مسیح موعود کے زمانے میں ختم ہو چکے۔

(۵) اگر ختم نہیں ہوئے۔ تو مہدویت کے لئے مسیح موعود کے بعد فوراً دوسرا شخص اس کو پورا کرنے والا ماننا ماموں ہے یا آئندہ کسی وقت۔

(۶) حضرت مسیح موعود کے الہامات کسی نہ کسی معقول رنگ میں سچے کس طرح ثابت ہو سکتے ہیں سب مجھے سچا مانکر یا کاذب۔

(۷) قرآن کریم سے کسی الہامی مدعی کے کونسے نشانات ثابت ہیں۔

(۸) مُصَدِّقٌ لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ۔ وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ .... اِنِّیْ اخرہ۔

(۹) کیا انتخابی خلیفے کے نہ ماننے سے وبا پڑی ہے یعنی عذاب نازل ہوتا

(۱۰) اگر پڑتا ہے۔ تو کیا اس کے لئے ادعا یا اظہار پہلے ضروری ہے۔

(۱۱) اگر نہیں تو دو انتخابی خلیفوں کی صورت میں کون اور کس طرح ڈگری کا مستحق ہے۔ باقی امور انکا جواب شایع ہونے پر لکھے جائینگے۔

اب میں مختصر طور پر اسلامی قربانی کا ذکر کرتا ہوں۔ جو موتوا قبل ان تموتوا کے الفاظ سے ظاہر کی گئی ہے۔

ظاہر ہے۔ کہ اسلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت یعنے عید الضحیٰ کے دن بکرے وغیرہ کی قربانی کرنا اپنے خوانوں کو سبق دیا ہے۔ اصل امر یہ ہے۔ کہ جو کام ایک انسان نے پہلے کر دکھایا ہے۔ اوس کی مثال قایم کر دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے لڑکے کو اللہ تعالے کی راہ میں قربان یا ذبح کرنے کے لئے طیار ہونا بڑا کام نہیں ہے ہر ایک نام کا مسلمان اس بات سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں اولاد کوئی چیز نہیں۔ اگر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے بچے کی قربانی لازمی قرار دی ہوتی۔ تو ہزار ہا مسلمان آپ کی اتباع میں قدم رکھتے ستی ہونے کی رسم ایک زبردست دلیل ہے۔ بچوں کو قومی جنگ میں عام طور پر بھیج دینا معمولی بات ہے۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بڑی بہادری اوسکے خواب کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے سمجھنا اور پھر اوسی خواب (خیال) پر عمل کرنے کے لئے طیار ہو جانا ہے۔ اپنے اپنے حالات پر ہر ایک نظر ڈال سکتا ہے۔ کسی کی پیروی میں یا کسی رسم کی پابندی میں جان دیدینا بڑی بات نہیں۔ لیکن ایک خیالی بات پر جس کی نظیر پہلے قایم نہ ہوئی ہو۔ کوئی کام کرنا ایمان کے کامل ہونے کی علامت ہے۔ پس ظاہری قربانی پر خوش ہونا طفل تسلی ہے۔ جب وقت دسویں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی طرف قدم

اٹھاتا ہے۔ تو اوسے ایسے ایسے واقعات پیش آنے لازمی ہیں۔ جو ابتلا کا رنگ رکھتے ہوں۔ ایک دہریہ اسوقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مجنون کہیگا۔ مگر اگر وہ چار یوم میری صحبت میں رہکر اپنی ہستی کا میری زندگی سے مقابلہ کرے۔ تو اوسے مجبور ہو کر کہنا پڑیگا۔ کہ یہ ایک کرامت تھی۔ اور یہی ایمان کے کامل ہونے کی ایک سند تھی۔ مرنے سے پہلے مرنا یہی ہے۔ کہ اپنی عقل اپنی بڑائی کو۔ ایک خیالی بات پہ جلا دیا جاوے۔ اور اوس سے یہ مقصود نہ ہو کہ اس سے مجھے کچھ حاصل ہوگا۔

مثال کے طور پر مہاتما گاندھی اور مسٹر محمد علی شوکت علی کے موجودہ حالات قابل غور ہیں۔ مگر اس سے انکار نہیں ہوسکتا۔ کہ وہ سب ظاہری قانون کی آڑ ضرور رکھتے ہیں۔ اور یہی بات دل سے تعلق رکھتی ہے۔ اسلام اپنے پیرو کو ذہی حوصلہ اور فراخ دل بناتا ہے۔ کبھی قوم پرستی نہیں سکھاتا۔ صرف ترجیح کا مسئلہ جائز رکھتا ہے۔ اگر ہمسایہ غریب ہو تو اُسے باہر کے سائیل پر فوقیت لازمی ہے۔

حضرت موسےٰ علیہ السلام کا فرعون کے محلوں میں پرورش پانا ضرور قرآن کریم سے ثابت ہے۔ اور موجودہ حاکم کی اطاعت بھی لازمی ہے۔ مگر بغیر حکم کے صرف دُنیاوی تمغے کی خاطر حقوق کی رعایت کا رکھنا دُنیا داروں کا کام ہے۔ ایک مومن کی شان کے خلاف ہے۔ اب میں مختصر طور پر اپنے شعر منسلکہ ٹائیٹل پیج کے مصرعہ ثانی "عذاب آتا ہے تازہ رنگ میں تم اپنے قایم ایمان کرلو" کے متعلق کچھ لکھتا ہوں۔

میں نے چند اشعار جو بعد میں درج ہیں۔ ایک سفر کی حالت میں لکھے تھے۔ مصرعہ مذکورہ میں "عذاب آیا ہے تازہ رنگ میں" ہی لکھا تھا۔ مگر آتا ہے

یہ نسبت آیا ہے کہ مفید تھا۔ کیونکہ اس سے اصلاح کی اُمید ہو سکتی تھی اور آیا ہے گزشتہ انفلوئنزا کی وجہ سے درست تھا۔ آنکھ ہے۔ میں اپنے آپ لکھ نہیں سکتا تھا۔ اسی تشویش میں میں نے دو چار تعطیلیں مضمون لکھنا بند رکھا۔ اور ایک نل لگانے کا شکار کیا۔ آخر ۹ جنوری یا اوس کے قریب قریب کی رات کو میں نے کشف کی حالت میں ایک بجلی کی چمک دیکھی۔ جس کا اثر مجھ پر بھی ہوا۔ جو انفلوئنزا گزشتہ سے پہلے ایک کشف سے ہوا تھا۔ میں دو چار منٹ بے حس و حرکت مُردے کی طرح پڑا رہا۔ اوس کے بعد استغفار کی کثرت کے بعد ایک سخت زلزلہ محسوس ہوا۔ خواب میں میں یہ کہ رہا ہوں۔ کہ پہلے مجھے اپنے اہل و عیال کی خبر لینے دو۔ فقط

اس کشف کو اب میں ادنیٰ قسم کی انذاری پیشگوئی قرار دیتا ہوں۔ جو انفلوئنزا گزشتہ سے پہلے ہی۔ فلاسفروں۔ اور مادہ پرستوں کیلئے ایک سال کا وقفہ بھی ضروری تھا۔ ہر ایک پڑھنے والے کو چاہیئے۔ کہ اس خبر کو دوسروں تک پہنچا دے۔ اور اپنے سر سے اسی طرح کچھ بوجھ ہلکا کرے۔ یہ میں کھولکر لکھتا ہوں۔ کہ اس قسم کے عذاب سے پیشگوئی کرنے والا یا اس کے متعلقین اسی لئے بچ سکتے ہیں بلکہ بچ جاتے ہیں۔ کہ اونکا ایمان اوروں کی نسبت اس کے آنے پر زیادہ ہوتا ہے۔ اور وہ زیادہ استغفار کرتے ہیں۔ ورنہ اللہ تعالےٰ کا کسی سے کوئی رشتہ نہیں۔ اب میں اس نمبر کو اسی پر ختم کرتا ہوں۔ اور قرآن کریم کے ترجمے پر پھر کسی وقت نظر ڈالوں گا۔ مجھے کچہری کے کام سے فرصت کم ہوتی ہے۔ وہ وقت قریب ہے جب اللہ تعالےٰ مجھے اس دینی کام کے لئے ایک مددگار عطا فرمائے۔ مکان اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے طیار ہو چکا ہے۔ صرف ایک کمرے کی تکمیل باقی

ہے۔ بعد میں کوئی نہ کوئی دوست ضرور میری حالت پر رحم کرے گا۔ اور اللہ
تعالیٰ مجھے تنہا نہیں چھوڑے گا۔ فقط

نظم

نہ ٹالو باتوں سے یوں ہی مجھکو عزیزو کچھ تو دھیان کر لو ؎
جنوں جو ہے یہ تو کس قسم کا ذرہ تو سوچ گیان کر لو
جنوں تو اوس پہ بھی تھا یا تھا جو تھا تمہارا ہمارا ہادی
تھی فطرت اوسکی الگ ہی تم سے تم اُس سے میری پہچان کر لو
جو میں مسیح کیلئے تھا دوڑا جنوں کی اس میں ہے کونسی رگ
میں ہوں محمد کا یار یارو نہ مجھ سے بدلہ یہ مان کر لو ؎
جو تم ہو بندے خدا کے میں بھی اوسی کا پیدا کیا ہوں ؎
جو تم کو کثرت پہ ناز اپنی تو مجھکو تنہا گمان کر لو
کبھی نہ ہوگی تمہاری نصرت سوا سچائی کا بول بالا ؎
جو تم پہ شک کا ہے وار یارو یقین مجھ سے تم آن کر لو
یہ کہتا تم میں سے ہوگا ہر اک رسول عربی کا میں ہوں عاشق
جو میں نمونہ ہوں بنکے آیا مقام میرا نہ جان کر لو
جو تم ہو خیالوں کے اپنے پابند تو میں بھی دلکا ہوں اپنے مالک
جو تم سے مجھ میں ہیں خاص باتیں تم اونکو لکھ لو نشان کر لو۔
جو تم ہو تقوے میں پورے اوترے تو تم میں شک سے کیا زیادہ
ہے یوں ہی باتیں تو وہ بھی کرتا تم اوس سے کچھ تو بیان کر لو۔

جو بیٹے آنا ہو دام ویگر تو خوب تعلیمی سے چھان کر لو گو
جو ہو گے دو گھنٹیں اوسکی حاضر یہ ہو گا کلمہ زباں پہ جاری
تم ہی نے اس کا جواب دینا حرام سمجھا تھا ٹھان کر لو
وجہ جو پوچھینگے ذات باری تو کہنا ہمنے بہتا آزمایا
بنے گی بانی یہ بھی کیونکر بتا کے اس کو آسان کر لو
یہ سوچ جنت میں جا رکھتے خدمت لاتی ہے دو کو کیسے
رسول اکرم کو یاد کر لو ذرہ تو قدر قرآن کر لو گو
جو تھا مسیح سے بھی تنہا آنا تو پس تھی طاسون ڈراؤنی تم کو
عذاب آنا ہے تازہ رنگ میں تم اپنے قایم اوسان کر لو
جو ہونا لازم تھا ہو رہا ہے دِلوں کا مالک خدا ہی سمجھو
یہ بات اتنی فقط کہ تم بھی رخ اپنا سوئے رحمان کر لو گو
خدا تعالیٰ کی موہبت ہے نہ دخل اسمیں کسی کا کچھ بھی ہو
ہو تم جو ناخوش تو جنگ کر لو یا عقلیں اپنی حیران کر لو گو

میں اس رسالہ کو ختم کر چکا تھا۔ کہ ڈاکٹر نور محمد صاحب لاہوری کا رسالہ بدا ہیں حصہ بذریعہ ڈاک پہنچا۔ میں نے اول سے آخر تک پڑھا۔ افسوس ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے میری کسی بات کا جواب اوسمیں شایع نہیں کرایا۔ فَلَمَّا جَاءَهُم... الآخرہ۔ کا ترجمہ آیا ہی کیا ہے۔ (اودیگا) کی جرأت نہیں ہوئی۔

پھر دروغ گو را حافظہ نہ باشد۔

صفحہ ۵ میں تو تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میرے مرشد میرے ہادی میرے رہنما حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بار بار اپنی تصانیف میں لکھا ہے

کہ اُس کے دعاوی مجاز اور استعارہ کے رنگ میں ہیں۔ لیکن نادان مخالف ابھی تک یہی کہتے چلے جاتے ہیں۔ کہ وہ مسیح ابن مریم بنتا ہے وہ محمد بنتا ہے۔ وہ یہ بنتا ہے۔ وہ وہ بنتا ہے حالانکہ جو کچھ وہ بنتا ہے۔ تو وہ مجاز اور استعارہ کے طور پر صفاتی رنگ میں اپنی اصلی خوبی کے کمال کا اظہار کرتا ہے۔ . . . . الی اخرہ۔

پھر رسالے کے آخر میں اسبات پر زور دیتے ہیں کہ اسمہ احمد والی پیشگوئی سے مراد حضرت مسیح موعود ہی تھے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ تھے۔ ان سطحی خیال کے مالکوں سے کوئی پوچھے کہ جب وہ بروز کے مالک تھے۔ تو احمد کے لفظ کے واحد مالک بنکر استعارہ اور مجاز کے روادار کیونکر ہوئے۔ جب قرآن کریم کی ایک پیشگوئی خاص آپ کے حق میں تھی۔ باقی رسول اکرم کے حق میں۔ تو پھر تو آپ الگ ایک نبوت کے مالک ہوئے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ کیا روحانیت اسی بات میں رہ گئی کہ حضرت صاحب کے ارشاد کے خلاف بلاوجہ ردّو بدل کیا جاوے۔ آپ نے صاف تحریر فرمایا ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام محمدؐ اور احمد دو صفتوں کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ اور احمد کی صفت کا میں بروز ہوں۔ اور بروز ایک رنگ میں تکمیل کرنیوالا ہوتا ہے۔ اور اب واقعات پیش آنے والے اسی قول کے مویّد ہیں۔ رسول اکرم کے زمانے میں اسلام کا غلبہ دلائل کے ساتھ بھی ہوا۔ اور ظاہری رنگ میں بھی۔ ظاہری رنگ کا غلبہ لفظ محمد کی صفت کو پورا کرتا ہے۔ بادشاہوں کی گردنیں آپ کے آگے جھک گئیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن مسیح موعود کے زمانے میں صرف دلائل کا غلبہ مقصود تھا۔ جو ہوا۔ اور تکمیل کا کام کر گیا۔

ڈاکٹر صاحب اپنے دعوے کے متعلق اگر اس قسم کی تحریف کریں۔ تو ہم اونہیں معذور سمجھیں۔ کیونکہ دعویٰ کا ہونا ایک امر واقعہ ہے۔ اور امر واقعہ شدہ پر رائے قایم کر کے دوسرے گزشتہ واقعہ کی تحریف یا تبدیل کرنا ایک معقول عذر ہے۔ محض قیاسات اور منطق کے رو کی توجیہ خواجہ محمد عبداللہ صاحب کو حق ہے۔ ویسا ہی ڈاکٹر صاحب کو۔ ایک معقول آدمی ترجیح کا فیصلہ کچھ نہیں کر سکتا۔ قرآن کریم کا یہ دستور تو ماننا پڑتا ہے۔ کہ ایک مقام پر کسی شخص یا کسی واقعہ گذشتہ کا ذکر فرما کر دوسری جگہ اشارتاً اوس کے مثیل کی پیشگوئی فرماتا ہے۔ مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے تئیں ذی القرنین ظاہر فرمایا ہے۔ اب ہم قرآن کریم پ ۱۶ ع ۲ میں وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنْ ذی القرنین سے لیکر قالوا یا ذی القرنین ان یاجوج وماجوج مفسدون فِی الْاَرْضِ الی آخرہ۔ پر غور کرتے ہیں۔ تو تمام کے تمام صیغے ماضی کے پاتے ہیں یہاں تک کہ حتیٰ اذا بلغ بھی گزشتہ وقوعہ کو ہی ظاہر کرنیوالا معلوم ہوتا ہے اور بلاوجہ ہم ماضی کو مضارعہ یا مستقبل کے معنوں میں لینا خوبی کلام میں داخل نہ سمجھکر یہ مان لیتے ہیں۔ کہ یہ کسی گزشتہ ذی القرنین کا ہی تذکرہ ہے۔ اور اُس کے وقت میں دو قومیں یاجوج ماجوج ہو گزری ہیں۔ لیکن جب پ ۱۷ ع ۷ میں پھر ہم حتیٰ اذا فتحت یاجوج وماجوج وَھُمْ مِن کُلِّ حَدَبٍ یَنْسِلُوْن۔ میں دونوں صیغے مستقبل کے پاتے ہیں۔ تو بے انتہا قرآن کریم کی عظمت کا لحاظ رکھکر یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ یہ ایک پیشگوئی ہے۔ اور قرآن کریم کے نزول سے بعد کے سلئے ایک وقوعہ کی خبر ہے۔ پھر ایک امر واقعہ یعنے حضرت مسیح موعود کا والئی کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ ادعا

اوس پر زیادہ روشنی ڈالتا ہے۔ اگر آپ کے ساتھ تائید الٰہی اور تنزل علیہم الملائکۃ کا تمغہ نہ ہوتا۔ تو ہمیں محض منطق سے اوس کی تردید کی گنجائش ہوتی۔ پہلے کسی امر میں مینے یاجوج کے سے آگ بھڑکانے والے کئے ہیں۔ اور قوم جرمن مراد لی ہے۔ اس وقت مجھے ماجوج کے لفظ کی ماہیت معلوم نہ ہوئی۔ اور یاجوج کے ساتھ اوس کی مشارکت ایک خلاف قیاس امر تھی۔ مگر اب روسی قوم بالشوک کے حالات سُنکر یہ پیشگوئی ایک عظیم الشان معلوم ہوئی۔ یہ قوم پہلے ماجوج تھی۔ مگر اب یاجوج کے ساتھ شریک ہے۔ اُمید ہے۔ کہ مولوی نور الدین صاحب کی تفسیر کے مطابق مولوی محمد علی صاحب اس سے انکار نہیں کرسکیں گے۔ مگر میں پھر مولانا صاحب کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ یہ مرحلہ مسیح موعود کی زندگی میں ہونا ضروری تھا۔ اب آپ مجھے جھوٹا اور مفتری تسلیم کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کس طرح زندہ ثابت کرسکتے ہیں۔ میں تو بحیثیت فضل عمر آپ کی زندگی کا پورا ثبوت ہوں۔ آپ اون کو ذی القرنین کسی طرح مانتے ہیں۔ کچھ تو ظاہر کریں۔ مجھے تو تمام احادیث متعلقہ مسیح و مہدی اسی دَور کی تفسیر صاف دکھائی دیتی ہیں۔ اور اس امر واقعہ نے اُسے بالکل شک سے مبرا کردیا ہے۔ یہ میں آپ کو کہہ دیتا ہوں کہ یہ بات مینے الہاماً لکھی ہے۔ کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس امر میں آپ کے ساتھ متفق تھے۔ کہ مسیحیت اور مہدویت کا خاتمہ آپ پر ہوگیا۔ تو یہ آپ کی اجتہادی غلطی تھی۔ اور آپ اس مذہب پر قایم نہ ہوتے تو اسوقت ظہیر کو محض پیدائش کی ایک بے ثبوت بات پر اس حد تک پونچنے ہی نہ پاتے۔ بات تو صاف تھی۔ مگر اس کا اپنے وقت پر کھلنا ضروری تھا۔ جس طرح ذی القرنین اور یاجوج ماجوج کے الفاظ سے ایک پیشگوئی معلوم ہوتی ہے۔ ایسا ہی سورۃ انا انزلنٰہ فی لیلۃ القدر الیٰ آخرہ سے ایک استدلال کیا